بات دریا کی...

پتہ نہیں وہ دریا اب ہے بھی کہیں کہ نہیں . اُس کا نام ہرو تھا شاید . مگر اس سے فرق کیا پڑتا ہے کہ دریا کا نام ہرو تھا یا کچھ اور اِس لئے کہ بات دریا کی ہے ہی کہاں؟ وہ تو بس وہاں تھا جہاں وہ سب تھے ....دریا کے کنارے کنارے ، کچھ مچھلیاں پکڑتے ہوئے کچھ تماشا دیکھتے اور کچھ یوں ہی کھڑے تماشا دیکھنے والوں کا تماشا دیکھتے ہوئے . یعنی کہ لوگ . یعنی کہ عورتیں ... دریا سے دور ہٹ کر، وہاں جہاں اُن کے پیچھے پھیلے ہوئے جنگل سے اگر کوئی نکل کر آئے . وہاں اوپر درختوں کا سایہ تھا اور نیچے دریا کےکنارے کی ٹھنڈی ریت . کسی کے چہرے پر کوئی خوشی اگر تھی تو وہ آنکھوں میں نہیں تھی . اگرکوئی اِس کو پکنک کہنا چاہے تو کہہ بھی سکتا ہے. کوئی ہرج نہیں . اِنٹراسکول پکنک .... لڑکوں کے اسکول سے لڑکے، ماسٹر اور ہیڈماسٹر اور لڑکیوں کے اسکولوں سے لڑکیاں اُستانیاں اور ہیڈ مسٹریس اور بیویاں شوہر اور بچے . کچھ لوگ اپنے رشتےداروں کو بھی لے آئے تھے مگر کسی نے بھی اِس بات کا کچھ خیال نہیں کیا . شاید اِس بات کی لوگوں کو عادت نہیں تھی کہ چاردیواری حدود سے باہر کھلے آسمان کے نیچے یوں بےحجابانہ ملیں اور وہ بھی کچھ اجنبیوں کے ہمراہ ، کچھ اجنبیوں کے درمیان ... اِس لیئے اکثر اُن میں سے کچھ گھبرائے کچھ شرمائے سے کھڑے تھے خاص طور پر وہ عورتیں جو جوان بھی تھیں اور خوبصورت بھی اور اُس پر مرکزِنگاہ بھی .

کچھ لوگ اپنے ساتھ مچھلیاں پکڑنے کا سامان لے کر آئے تھے اور اب دریا کے کنارے کھڑے مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے . لڑکوں کے اسکول کے ہیڈماسٹر کے دونوں لڑکے یعنی بڑا اور چھوٹا بھی پتلون کے پائنچے چڑھائے کنارے کے اُتھلے پانی میں کھڑے تھے مگر اُن کے پاس مچھلیاں پکڑنے کا بھی کوئی سامان نہیں تھا اور اسکول کے ہیڈماسٹر کے لیئے یہ کچھ عزت افزائی کی بات نہیں تھی . نوکر کو بازار بھیجنے کا موقع بھی نہیں تھا اور اِتوار کے روز دکان کے کھلے ہونے کی اُمید بھی نہیں تھی . ہیڈماسٹر کی طبیعت میں کچھ کدورت ، کچھ بےلطفی سی آگئی .

ماں غُصے میں تھی مگر یہ غُصہ اُس کے بہت اندر، بہت دور تھا اور صرف اُنکو ہی نظر آرہا تھا جو اُس سے دو چار رہتے تھے اور زد میں آتے تھے تو پناہ مانگتے تھے . اُس کی گردن کندھوں پر اُونچی اُٹھی ہوئی تھی اور آنکھیں کہیں بھی نہیں دیکھ رہی تھیں . ڈھائی سالہ لڑکا گود میں تھا اور جب جب وہ ماں کی گود سے اُترنے کی کوشش کرتا وہ اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیتی اور وہ بیچارہ سہم کر جھاگ ہو جاتا . جھکے کندھوں ، سینے سے لگی ٹھوڑی، ایک کے اُوپر ایک سختی سے جمے ہونٹ اور ناخوش آنکھوں کے اُوپر گری ہوئی بھنوؤں نے لڑکے کے ڈھائی سالوں میں پچاس سال جمع کر کے اُسے کوئی قابلِرحم بڈھا بنا دیا تھا . وہ ہیڈما سٹر کی بیوی تھی اور دریا کے کنارے کرسی میز پر بیٹھنا اُس کے رتبے کا تقاضا تھا.

ماں کے غصے کی وجہ نئی اِنسپیکٹریس آف اسکولز تھی جِس کا قصور یہ تھا کہ وہ خوبصورت اور جوان تو تھی ہی ساتھ میں شادی شدہ بھی نہیں تھی اور ہیڈماسٹر کی حسن پرستی کے معاملات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے . اب اگر اِس بلا کے آتے ہی پکنکیں منائی جانی لگیں تو آگے آگے اور بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے یہ بات اُس کے سر میں سما کر رہ گئی تھی . ماں اُس کو بَلا کہتی تھی اور یوں اُس کا نام نہ

لے کر وہ اُس کی نفی کرتی تھی . اِنسپیکٹریس آف اِسکولز کو اِس صورتِ حال کے سمجھنے میں کوئی دشواری درپیش نہیں تھی . اب بھی وہ دریا کی طرف سے پیٹھ موڑے دوسری اُستانیوں سے باتیں کررہی تھی . یہ بات بھی ماں کی ناخوشی میں اِضافے کا باعث تھی اور ساتھ میں ناقابلِ قبول بھی . اگر وہ اِنسپیکٹریس آف اسکولز تھی تو یہ بھی ہیڈماسٹر کی بیوی تھی . اگر رتبے میں زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں تھی . اور اِس بات کو بھی مدِنظر رکھنا ضروری کہ وہ بعد میں آئی تھی جبکہ ہیڈماسٹر کی بیوی بلاشبہ قصبے کی ' خاتونِ اوّل ' کے رتبے پر پہلے سے فائز تھی اور رتبے کی سینیارٹی کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی خوشامدی حواریوں مواریوں کے ساتھ الگ کھڑے ہونے کی بجائے ہیڈماسٹر کی بیوی کے پاس آکر بیٹھتی .

پانی میں کھیلتے مردوں، جوان لڑکوں اور مچھلی کانٹے دریا میں ڈالے کانی آنکھوں سے تاکتے نادیدے مچھیروں کے لئے بھی یہ بات بےلطفی کا باعث تھی . پیٹھ موڑ لینا، آپس میں باتیں کرنے لگ جانا نر کے مادہ کو لُبھانے کے ناچ کی ہتک کر دینے کے برابر تھا . پھر کوئی کہیں سے ایک ناؤ بھی لے آیا اور کچھ جوان لڑکے اور کچھ خود کو جوان سمجھنے والے مرد ہنستے شور مچاتے اُس میں سوار ہو کر دریا میں اُوپر کی طرف گئے اور کانٹے پانی میں ڈال کر بیٹھ گئے . مگر پھر اچانک کشتی غائب ہوگئی اور ایک ہلچل سی یہاں سے وہاں تک پھیل گئی عورتیں بچے اور پیچھے رہ جانے والے مرد سب کے سب دریا کے کنارے پہنچ کر اندیشے، قیافے، پریشانی اور غُصہ ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنے لگے . ایسے ہی کسی لمحے ماں اور انسپکٹریس آف اسکولز آمنےسامنے ہوگئیں اور خاموش ایک دوسرے کا چہرا دیکھنے لگیں . پھر اِنسپیکٹریس آف اسکولز نے ماں کے دونوں کندھے اپنی آدھی آستین سے نکلتے گلابی رنگ کی خوبصورت جالی کے دوپٹے سے ڈھکے خوبصورت بازؤں میں لے لئے . ماں کے دونوں بیٹے ناؤ میں تھے . مگر اِس سے پہلے کہ وہ منہ کھولتی ، ماں نے اُس کے دونوں ہاتھ جھٹک دیئے.

' یہ سب مصیبت تمہاری لائی ہوئی ہے . میں دو سال سے یہاں ہوں اور آج تک میں نے کسی کے مُنہ سے پکنک کا کوئی ذکر نہیں سنا تھا . تم نے آتے ہی سب کی عقلوں کو فارغ کر دیا . گیدڑسنگھی ہے تمہارے پاس یا بلی لوٹن؟'

اِنسپیکٹریس آف اسکولز نرمی سے ہنس دی مگر ہیڈماسٹر کو کچھ زیادہ ہی جلال آگیا . آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک زور کا تھپڑ بیوی کے منہ پر مار دیا جس پر اِنسپیکٹریس کا منہ غصے سے لال ہو گیا . اُس نے ہیڈماسٹر کی طرف رخ پھیرا : ' آپ کو شرم آنی چاہئے . عورت پر ہاتھ اُٹھاتےہوئے آپ کو کچھ خیال بھی نہیں آیا؟' ہیڈماسٹر کو ٹوکے جانے کی عادت نہیں تھی اور پھر یوں سرِراہ سب کے بیچ ، ماتحتوں کے سامنے، اور وہ بھی ایک عورت کے ہاتھوں ؟کیا ہوا اگر وہ اُن کی افسر تھی، تھی تو عورت ہی ! اپنی شرمندگی دھونے کا ایک ہی طریقہ نظر آیا ، سو یہ سوچے بغیر کہ نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں ایک ہاتھ اِنسپیکٹریس کو بھی رسید کر دیا . ماں کا دِل تو ٹھنڈا ضرور ہوا ہوگا مگر پھر بھی اُس نے شوہر کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دیا... ' تم کو شرم آنی چاہئے غیرعورت کے اُوپر ہاتھ اٹھاتے ہو؟ ' ہیڈماسٹر کےلئے یہ صورتِحال بالکل غیرمتوقع تھی . یعنی دونوں ہی عورتیں جو ایک دوسری کی طرف دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھیں یوں اُن ہی کے خلاف متّحد ہوجائیں گی؟ براہِراست نہ سہی ، مگر ایک دوسرے کی حمائیت کریں گی؟ ہیڈماسٹر کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وہ تیز تیز چلتا، ریت اُڑاتا واپسی کے راستے کی طرف چلا گیا. ماں اور اِنسپیکٹریس آف اِسکولز نے ایک دوسری کی آنکھوں میں دیکھا اور دونوں ہی کے چہروں پر مسکراہٹ کھلکھلا گئی . دوسرے ہی لمحے ماں کے چہرے پر پھر وہی سختی تھی . اِنسپیکٹریس بھی ہنس کر پیچھے ہٹ گئی . مگر اِس ہنگامے میں کسی نے ناؤ کو آتے نہیں دیکھا نہ ہی اُن کی ناؤ ہو اور زور زور سے ہنسنے اور شور مچانے کو سنا . اُن کے ناؤ کنارے لگانے، اُترنے اور اپنی محنت اور کوشش کے ثمر سے سب کو حیران کردینے تک یہاں پکنک منتشر ہو چکی تھی . اب وہ خود ریت پر رکھی بیس،پچیس پونڈ کی مچھلی کے پیچھے یوں کھڑے تھے جیسے تصویر کھنچانے کےلئے تیار کھڑے ہوں . ماں کے بڑے بیٹے نے چھوٹے بھائی کو ماں کے پاس بھیجا کہ پوچھ کر آئے معاملہ کیا ہے . ماں نے کچھ روکھا سا جواب دے کر اُسے تو رخصت کر دیا اور خود ملازم لڑکے کو بلا کر سامان اُٹھانے اور تانگے میں رکھنے کےلئے کہا اور خود بھی بچوں کو لے کر پیچھے پیچھے چلی گئی . ماں کی پانچ سالہ اکلوتی بیٹی کے تانگے میں

بیٹھ جانے کے بعد ماں نے گود کے لڑکے کو اُسکی گود میں دیا اور خود اُنسپیکٹر یس آف اسکولز کے پاس چلی گئی اور اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لفظ لفظ الگ الگ ادا کیا :" میں اپنے شوہر کی نامناسب حرکت پر شرمندہ ہوں اور اُن کی طرف سے معافی مانگتی ہوں . اُمید کرتی ہوں کہ ہم بہتر حالات میں پھر ملیں گے ؛ اُنسپیکٹر یس کا چہرا پھول کی طرح کھل اُٹھا .
'کیوں نہیں ! مجھے یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوگا ." ماں نے ایکبار پھر غور سے اُس کا چہرا دیکھا اور اُس کے دِل پر سے ایک سائیہ سا گذر گیا وہ کوئی آنکھوں کا اندھا ہی ہوگا جو اِس چہرے کو دیکھ کر بھی نہ دیکھے . میرے ہیڈماسٹر صاحب اگر حواسوں میں نہ رہے تو اُن کا بھی کیا قصور ؟" 'کبھی ہمارے گھر آیئے گا ' ماں نے کہا اور جواب سنے بغیر مڑ کر چلی گئی .
' آپ لوگ تفریح کیجئے ہم اب چلتے ہیں ' . اُنسپیکٹر یس بھی آگے آگے اور اُس کی ملازمہ پیچھے پیچھے چلتی جا کر تانگے میں بیٹھیں اور چلی گئیں . اِس کے ساتھ ہی پکنک جو شائد ابھی کچھ تھوڑی بہت باقی تھی بالکل ہی دم توڑ گئی . دریا کا کِنارہ ایکدم یتیم ہو گیا . لوگ کچھ شرمندہ، کچھ نادِم اور کچھ اندر ہی اندر کھولتے ہوئے کچھ دیر تو اِس بےدم پکنک کو اُس کی لڑکھڑاتی ٹانگوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر پھر ایک ایک کرکے سبھی جانے لگے اور دریا کے کِنارے بس ناؤ والے ہی اپنی کم نصیب مچھلی کے ساتھ باقی رہ گئے .
پھر ماں کے بیٹوں نے بھی مچھلی پر آخری نظر ڈالی اور گھر چلے گئے.

شام کے وقت کسی نے ہیڈماسٹر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور " حصے کی مچھلی" کہہ کر کاغذ میں لپٹے مچھلی کے بڑے بڑے دو ٹکڑے ملازم کے حوالے کرکے تھیلا سنبھالتا ہوا چلا گیا . ماں نے ملازم سے رات کے کھانے کیلئے مچھلی کا سالن بنانے کو کہا اور اپنے کاموں میں لگ گئی . اسی دوران کسی وقت ماں کا بڑا بیٹا " ابھی آتا ہوں" کہہ کر گھر سے نکل گیا . جب رات کا اندھیرا بڑھنے تک بھی بیٹا اور نہ ہی شوہر گھر واپس آئے تو ماں کو آخرکار تشویش ہوئی اور اُس نے ملازم کو بھیجا کہ وہ ملنے والوں کے پاس جا کر دیکھے اور صاحب جہاں بھی بیٹھے ملیں اُنہیں گھر آنے کیلئے کہے اور بڑے کا بھی اُن سے کہے کہ شام ڈھلے سے گھر سے باہر گیا ابھی تک واپس نہیں آیا . گھنٹے بھر کے بعد اُس نے واپس آ کر خبر دی کہ ہیڈ ماس صاب سکیترس صیب کے گھر میں بیٹھے ہیں . اور بڑے بابو صیب کا کچھ معلوم نہیں . مگر چھوٹے ماس صیب کے گھر میں کہتے تھے کہ منڈوے گئے ہونگے مدھوبالا کو دیکھنے .
ماں نے گھور کر اُس کی طرف دیکھا مگر کچھ کہا نہیں . جب وہ جانے کو ہوا تو اُسے بُلا کر بچوں کیلئے کھانا نکالنے کیلئے کہا اور خود بھی بچوں کو لے کر اُس کے پیچھے پیچھے باورچی خانے کی طرف چلی گئی .

بچوں کو کھانا کھلا کر بستر میں لٹا رہی تھی کہ باہری دروازہ کھلنے کی آواز آئی . جب تھوڑی دیر تک کسی کی آواز نہیں آئی تو اُس نے پکار کر پوچھا کون آیا ہے . باورچی خانے سے ملازم نے بھی جواباً پکار کر بڑے بابو صیب کے آنے کی اِطلاع دی . جب وہ بچوں سے فارغ ہو کر بڑے کے کمرے میں گئی تو وہ کپڑے بدل کر بستر میں لیٹ چکا تھا .
ماں نے دروازے میں کھڑے رہ کر کچھ دیر اُس کے بولنے کا انتظار کیا پھر سخت لہجے میں پوچھا وہ کہاں گیا تھا . پوچھنا تو وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ فلم دیکھنے کیوں گیا اور جانا اِتنا ہی ضروری تھا تو پوچھ کر، بتا کر کیوں نہیں گیا مگر ماں کا بڑا بیٹا اب چھوٹا نہیں رہا تھا . ایسی باز پُرس اُسے ناگوار گزرتی تھی . اُس نے ماں کی طرف دیکھے بِنا دریا کے کنارے دوستوں کے ساتھ سیر کرنے کا ذکر کیا اورکروٹ بدل لی . ماں نے بڑبڑاتے ہوئے گھر کے باوا آدم کے بگڑے ہوئے ہونے پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور پھر سے اپنے کمرے میں چلی گئی . مگر تھوڑی ہی دیر میں پھر پلٹ کر آئی اور بڑے سے کہا کہ وہ اِنسپیکٹر یس آف اسکولز کے گھر جا کر دیکھے اُس کا باپ وہاں بیٹھا کیا کر رہا ہے پوچھ کر آئے گھر بھی آنے کا اِرادہ ہے کہ نہیں .
'مجھے صبح میں جلدی اُٹھنا ہے' وہ دیوار کی طرف مُنہ کئے لیٹا تھا اور جاگ رہا تھا.
' وہ کیوں؟'

'وہ اِس لئے کہ کام ہے کالج میں کچھ'.
'کالج بند ہیں. چھٹیاں ہیں اسکولوں میں، کالجوں میں، دفتروں میں. میں نہیں جانتی کیا؟
'کیا جانتی ہو تم ماں؟ کچھ جانتی بھی ہو کیا؟' وہ ایکدم چادر پھینک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.
وہ آگے بڑھ کر اُس کے بستر کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی. ' کیا کہنا چاہ رہے ہو تم. ذرا کھل کر بولو لڑکے. '
وہ ماں کو بتانا چاہ رہا تھا کہ اُس کا شوہر اُسپیکٹر لیس آف اسکولز کے کمرے میں اُس کا ہاتھ پکڑے بیٹھا ہے. مگر پھر اُس کو یہ بھی بتانا پڑتا کہ اگر خود دیکھا تو کہاں دیکھا . وہ ماں کو یہ کیسے بتا سکتا تھا کہ وہ راتوں میں اُسپیکٹر لیس کے گھر کی پچھلی دیوار سے چھت پر جا کر روشندان سے جھانک کر اُسے دیکھا کرتا ہے اور ایکبار اُسے کپڑے بدلتے ہوئے بھی دیکھ چکا ہے. مگر آج جو وہ دیکھ کر آیا ہے کسی کو تو اُس کا جواب دینا ہی ہوگا . آج نہیں تو کل. کل نہیں تو پرسوں اِس بات کو بھی باہر آنا ہی ہے. تم بھی جان جاؤ گی. ابھی بتانے سے کیا حاصل.
'مذاق کر رہا تھا' اُس نے ماں سے نظریں چُرائیں اور دوبارہ لیٹ گیا. ماں بھی کمرے سے نکل گئی.

ماں کچھ دیر جاگتی رہی مگر ایک تو وہ ہیڈماسٹر کے راتوں کو دیر سے گھر آنے کی عادی تھی دوسرے دِن بھر کی تھکی ہوئی تھی ، کچھ دیر جاگتی رہی پھر نیند سے ہار کر سو گئی. کوئی پہر ہوگا رات کا جب کمرے کا دروازہ کھلنے پر اُس کی آنکھ کھلی مگر وہ سوتی بنی پڑی رہی. وہ بھی اُسے جگا کر کوئی مکالمہ شروع کرنا نہیں چاہتا تھا. کچھ دیر وہ چت لیٹا چھت کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس بھر کر کروٹ بدل لی. سامنے کھڑکی سے باہر رات کے اندھیرے نے ہر عیب کو چھپا رکھا تھا. نیند کے غلبے سے پہلے ہیڈماسٹر نے اپنے ہاتھوں کو اُسپیکٹر لیس آف سکولز کے ہاتھوں میں دیکھا اور اُس کے بدن میں ایک جھرجھری دوڑ گئی. مگر ابھی وہ یہ جانتا نہیں تھا کہ جب آنکھوں میں آنسو بھر کر دونوں ہاتھ جوڑ کر اُسپیکٹر لیس آف سکولز سے اپنی کی بدتمیزی کی معافی مانگ رہا تھا اور اُسپیکٹر لیس آف اسکولز نے ہیڈماسٹر کے بندھے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی تو بڑا بیٹا روشندان سے دیکھ رہا تھا.

اس واقعے کی تشہیر تو ہوئی مگر اِسے دو عورتوں کی چخ چخ کا نام دیا گیا. پھر ایک روز ایک بیٹھک میں دو لوگوں میں کسی بات پر تکرار ہوگئی. مسئلہ وقت کا تعین تھا؛ یعنی موضوعِ گفتگو واقعہ کب ہؤا تھا. اچانک کسی نے کہا ' یہ اُس سے پہلے کی بات ہے جب ہیڈماسٹر صاحب نے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا تھا'. ابھی اُس کی بات پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی ایک اور آواز اُٹھی ' نہ نہ یہ تو اُس سے بہت بعد کی بات ہے جب ہیڈما سٹر صاحب نے اُسپیکٹر لیس صاحبہ کے مُنہ پر تھپڑ مارا تھا'. کسی کو اِس حوالے پر نہ تعجب ہوا نہ ہنسی آئی اور بات آگے بڑھ گئی. اُس دِن کے بعد سے ہیڈماسٹر اور اُس کے تھپڑوں کے حوالے عام بول چال میں شامل ہو گئے . جہاں کسی کو وقت ڈھونڈنے میں دشواری یا کسی بات ،کسی واقعے کے وقوعے کے سلسلے میں کوئی شک پیدا ہوتا حوالے کے لئے دونوں میں سے ایک تھپڑ پیش کر دیا جاتا اور سننے والے کو اس کے بعد پھر کچھ کہنے کی ضرورت نہ رہتی .

پکنک کے ایک مہینے کے بعد اُسپیکٹر لیس آف اسکولز کے تبادلے کے احکامات آگئے. کسی نے بھی اُس کے، اِلوداعی پارٹیوں کے منع کرنے پر کسی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا. پھر ایک صبح جب ابھی روزمرہ کے کام شروع نہیں ہوئے تھے کہ اُسپیکٹر لیس آف اسکولز کے گھر کے سامنے دو تانگے آ کر کھڑے ہوئے اور ملازم ایک میں سامان لا لا کر رکھنے لگے. جب سب سامان رکھا جا چکا تو ملنے کے لئے آئے لوگوں کو خدا حافظ کہہ کر وہ اپنی ملازمہ کے ساتھ دوسرے تانگے میں بیٹھی اور دونوں تانگے آگے پیچھے روانہ ہوگئے.

دوسری صُبح ماں کا بڑا بیٹا ماں کی اِکلوتی بیٹی کو سائیکل پر بٹھا کر شہر کی آبادی سے باہر کہیں لے گیا جہاں لوہے کے دس بارہ تھموں پر

ٹین کی چھت اور اُس کے نیچے یہاں سے وہاں تک ایک کے اُوپر ایک اناج سے بھری بوریاں رکھی تھیں. گودام کے ایک سرے پر بنے کمرے کا دروازہ بند تھا اور کُنڈے میں ایک بڑا تالا لٹک رہا تھا. اُس نے سائیکل کھڑی کی ، کیریئر سے بندھا اخبار کا پیکٹ ہاتھ میں لیا اور اُسے کمرے کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہونے کا کہہ کر دو قدم آگے گیا پھر واپس آیا اور اُسے فرش پر لیٹ جانے کو کہا کچھ دیر بعد اُسے دوبارہ سے کھڑے ہو جانے کا کہہ کر اب سائیکل کو زمین پر لٹایا اور اُس سے نظریں چُراتا تیزتیز چلتا اُن بوریوں کے پیچھے کہیں غائب ہو گیا. کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ اُسی طرح تیزتیز چلتا چاروں طرف دیکھتا اُس کے پاس آیا ، سائیکل کھڑی کی اُسے بٹھایا اور اُسی تیزی سے سائیکل چلاتا واپسی کے راستے پر چل دیا. راستے میں ماں کی اکلوتی بیٹی نے انگوٹھا مُنہ سے نکالے بغیر ماں کے بڑے بیٹے کو یاد دِلایا کہ وہ پیکٹ وہیں رہ گیا ہے مگر اُس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اُس نے سائیکل روک دی ، اور اُترنے کے لئے کہا اور پھر ہاتھ پکڑ کر سڑک کے کنارے لگے مکئی کے کھیت میں گھس گیا. کھیت سے نکلتے ہی سامنے ایک بڑا درخت تھا برگد کا اور پاس ہی ایک کنواں بھی. ماں کی اکلوتی بیٹی کی بغلوں میں ہاتھ دےکر ماں کے بڑے بیٹے نے اُسے اُٹھایا اور کنویں کی منڈیر سے جھانک کر اندر دیکھنے کے لئے کہا. اندر ایک اندھیرا غار تھا اور کہیں بہت دور پانی چمک رہا تھا . وہ اُس کے سخت ہاتھوں میں مچلنے اور ڈر کر رونے لگی تو اُس نے ایکبار پھر اُس کا سر منڈیر کے ساتھ لگا کر کنویں کی تہ میں دیکھنے پر مجبور کیا وہ سہم کر بالکل ہی چُپ ہوگئی . ماں کے بڑے بیٹے نے اُس کو اُتار کر زمین پر کھڑا کیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر دیکھنے کیلئے کہا . ' اگر تم نے کسی سے ایک لفظ بھی کہا تو کل اِسی کنویں میں گِرا دوں گا . ہم دریا کے کنارے سیر کرنے کے بعد اب گھر جارہے ہیں . اب بولو کہاں جا رہے ہیں ؟'

' گھر ' خوف نے اُس کی آواز گھونٹ دی .

' کیا کرکے'

' سیر ' اُس نے انگوٹھا مُنہ میں ڈال لیا.

' کہاں کی '

' دریا کی '

' شاباش . ہم دریا کے کنارے سیر کرنے آئے تھے اب سیر کرکے گھر جارہے ہیں . ٹھیک ہے؟'

اُس نے سر ہلایا تو آنکھوں میں سہمے ہوئے آنسو اُس کے گالوں پر سے بہہ کر نیچے مٹی میں کہیں کھو گئے . ' بھائی ' اُس نے کہا مگر اُس کا مفہوم بھی کہیں مٹی میں مِل گیا . آواز نہیں تھی .

کچھ دِن گزرے ہونگے کہ اناج کی بوریاں اُٹھانے والے ٹرک ڈرائیور کو اُوپر نیچے رکھی بوریوں کی دو دیواروں کے بیچ اخبار کے کاغذ میں لپٹا کچھ نظر آیا . اُس نے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر وہ چھوٹا سا پیکٹ اُٹھایا اور کرتے کے نیچے پہنی صدری کی جیب میں رکھ کر سیٹی بجاتا بوریاں اُٹھاتا رہا.

کام سے فارغ ہونے کے بعد شام میں گھر جاتے ہوئے آدھے راستے میں اُس کی سائیکل کی چین اُتر گئی ؛ زمین پر اکڑوں بیٹھ کر چین چڑھاتے ہوئے اُسے پیکٹ کا خیال آیا تو وہیں بیٹھے ہاتھ قمیص کے اندر ڈال کر پیکٹ نکال لیا . اُس کے خیال میں نوٹوں کی گڈی تھی مگر اخبار کی پرتوں کے اندر گلابی رنگ کا شفون کا دوپٹہ مہک رہا تھا . یوں چشمِ زدن میں خوابوں کے ٹوٹ جانے پر اُس نے دوپٹے کے ساتھ نہائیت نازیبا رشتہ جوڑا اور اُسے زمین پر پھینک کر پھر سے چین چڑھانے لگا . کام سے فارغ ہوکر اُس نے زمین پہ پڑا دوپٹہ اُٹھایا اور عادت کے مطابق اپنے ہاتھ پونچھے اور اُسے سائیکل کے ہینڈل پر پھینک کر بقیہ آدھا رستہ طے کرنے کے لئے سائیکل پہ بیٹھ گیا . گھر کا چوتھائی رستہ باقی رہا ہوگا کہ ہینڈل پر رکھا دوپٹہ پھر نظر میں آیا جس پر میل اور گریس لگے ہاتھ صاف کئے گئے تھے . اب کے اُس نے اپنی بیوی کے ساتھ تعلق قائم کیا جو کافی حد تک جائز تھا مگر اُس کے لئے بھی ہاتھ آیا ایک موقع اب پہنچ سے دور

ہوا لگ رہا تھا . نقصان کا قریب سے جائزہ لینے کےلئے اُس نے دوپٹہ ہینڈل پر سے اُٹھایا تو دوپٹے کی تہیں کھل گئیں اور وہ ہوا میں لہرا گیا جس سے کچھ پردہ پوشی ہوگئی . ٹرک ڈرائیور نے ایکبار پھر سائیکل روکی اور سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے دوپٹے کو اندر سے باہر کی طرف تہہ کیا اور اُسے ہینڈل پر ڈالنے کی بجائے سائیکل کے سامنے لگی ٹوکری میں ڈال کر پھر سائیکل پر بیٹھ گیا . دریا کے پُل پر سے گزرتے ہوئے اُسے خیال آیا کہ کل کو جب گھر والی دوپٹہ سر پہ ڈال کے باہر نکلے گی اور دیکھنے والے نے پہچان لیا کہ کِس کا کس کے سر پر ہے تو کیا جواب دوں گا؟ گودام میں ، بوریوں کے بیچ ، پیکٹ میں بند کرکے ، چُھپانے کا ایک ہی مطلب ہے . یعنی کہیں کوئی واردات ہوئی ہے . ٹرک ڈرائیور نے آگے کی طرف جھک کر ہاتھ آگے بڑھایا اور ٹوکری میں سے پیکٹ اُٹھا لیا . کچھ دیر ہاتھ میں لئے دیکھتا رہا پھر پیکٹ چھپانے والے کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ہاتھ گھما کر پیکٹ دریا میں پھینک دیا .